خانقاہ نیازیہ میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کی روایت

ڈاکٹر عراق رضا زیدی☆

ہندوستان میں فارسی زبان کے آخری صوفی شاعر شاہ نیاز احمد نیاؔز بریلوی کے مزار پر ہونے والا اجتماع آج بھی ہندوستان میں گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ یہ مزار ہندوستان میں ایرانی طرزِ تعمیر کا ایک ایسا دلکش نمونہ ہے جو ہماری مٹتی ہوئی تہذیب اور گرتے ہوئے آثار تمدن کو جلا بخشنے کی آخری زور آزمائی کی یادگار ہے۔ جہاں ہر مذہب و مسلک کے انسان جمع ہوکر آپ کے وسیلے سے منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ ہندوستان کی جانی مانی عظیم شخصیتیں اس خانقاہ پر حاضر ہونا باعث افتخار سمجھتی ہیں۔ یہاں تک کہ اہل طریقت اور اہلِ شریعت بھی، جیسے حاجی وارث علی شاہ صاحب اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی وغیرہ نے بھی عقیدت سے یہاں حاضر ہونے پر فخر محسوس کیا ہے۔[1] بھارت رتن بسم اللہ خان اپنی وفات سے چند ماہ قبل یہاں حاضر ہوکر ہندوستان کی ترقی اور اہل ہند میں اتفاق و اتحاد کے لئے دعا مانگ چکے ہیں۔ اس مزار پر کسی بھی مذہب و مسلک یا ذات کے ہر طرح کے انسان حاضر ہوسکتے ہیں۔ کسی کے بھی آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہاں دل توڑے نہیں، جوڑے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں رائج اکثر تیوہار یہاں بڑی آب و تاب سے منائے جاتے ہیں۔ ان سبھی تیوہاروں کی مدت ایک دو روز سے زیادہ نہیں ہوتی، لیکن عزاداری امام حسین علیہ السلام کا سلسلہ یہاں تقریباً اکیاون دنوں تک جاری رہتا ہے۔ یعنی ذی الحجہ کی ۲۹ تاریخ یا محرم کی چاند رات سے ماہ صفر کی اکیسویں تاریخ یعنی چہلم کے دوسرے دن تک لگاتار کسی نہ کسی صورت میں ذکر امام مظلومؑ یا عزاداری شہداء کربلا ادا ہوتی رہتی ہے۔

شاہ نیاز بے نیاز کی ولادت ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء میں صوبہ پنجاب کے مشہور و معروف شہر سرہند میں ہوئی تھی، جو صوفیوں کی آماجگاہ اور فارسی شعر و ادب کا مرکز رہا ہے۔ آپ کے والد حاجی

☆ شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۱۔ محمد قاسم نیازی، فضائل اہل بیت: سوال و جواب، خانقاہ نیازیہ بریلی، ص ۵

رحمت اللہ علوی کا شجرہ نسب حضرت محمد حنفیہ کے سلسلے سے سرچشمہ ولایت حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ بی بی لاڈو عرف بی بی غریب نواز بنت سعید الدین رضوی کا شجرۂ نسب آٹھویں امام حضرت علی رضاؑ کے سلسلے سے بی بی فاطمہ زہرہ (س) اور حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک کربلا اور عزاداری حسین مظلومؑ آپ کو اپنے اجداد سے ورثے میں ودیعت ہوئی تھی۔

۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں شاہ نیاز احمد اپنے پیرومرشد مولانا فخر الدین دہلوی کے مشورے اور حکم سے بریلی تشریف لائے اور بہاری پور کی ایک مسجد میں درس و تدریس میں مشغول ہوکر تمام مخلوق خدا کی حاجت روائی کا کام بھی انجام دینے لگے۔ ان کے ہاتھ ہمیشہ دعا کے لئے بلند رہتے اور یہ دعا بھی مسلمان، ہندو، سکھ یا عیسائی کے لئے نہ ہوکر صرف اور صرف انسانوں کے لئے کی جاتی تھی۔ بریلی آنے کے کچھ دنوں بعد ہی شاہ صاحب نے ''خوبی محلّے'' میں ایک خانقاہ تعمیر کی، جس کے بعد یہ محلّہ ''خواجہ قطب'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ جب یہ خانقاہ تعمیر ہوئی تو اس میں امام حسینؑ کے ذکر کے لئے ایک خاص امام باڑے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ آج تو اس خانقاہ کے آس پاس پانچ۔ چھ امام باڑے تعمیر ہوچکے ہیں۔ شاہ نیاز احمد صاحب غم حسینؑ، بڑے انہماک اور جذباتی طور پر برپا کیا کرتے تھے۔ فرش عزاء پر شہدائے کربلا اور اسیران کربلا کا تذکرہ مستقل جاری رہتا۔ یہاں تک کہ تعزیوں کے جلوس کے ساتھ بہ نفس نفیس خودگشت میں شامل ہوتے، جیسا کہ سلسلہ نیازیہ میں آنند شرما نے تحریر کیا ہے۔

''آپ محرم میں عاشورہ کی رات میں دو بجے کے بعد پیدل تعزیوں کی زیارت کو جاتے تھے۔ تمام خانقاہی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ پانچ تعزیوں کی زیارت کرکے واپس تشریف لاتے تھے''۔[1]

شاہ صاحب کا یہ طریقہ مرتے دم تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ جب آپ پر فالج کا اثر ہوگیا اور بغیر سہارے کے چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تو بھی پانچ تعزیوں کی زیارت کا سلسلہ مریدوں کی مدد اور ہاتھ کی چھڑی کے سہارے جاری رہا۔ ''کرامت نظامیہ'' میں ایک واقعہ اس طرح درج ہے کہ:

''حضرت نیاز بے نیاز محرم کی رات کو پانچ سات تعزیوں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آخر عمر میں ایک بار کمزوری کے باعث طاقت نہیں تھی، حضرت مستغرق بیٹھے تھے کہ صورت نورانی حضرت بی بی فاطمہ زہراؑ ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ میاں آج ہمارے بچوں کی زیارت کو نہیں

۱- آنند شرما، سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی، بریلی جولائی ۲۰۰۰ء ص ۳۴

اٹھے۔ حضرت پر رقت طاری ہوئی خدام کو حکم ہوا کہ جیسے ہو سکے ہم کو لے چلو...... پھر آپ نے پانچ تعزیوں کی زیارت کی"۔[۱]

آپ صرف آنکھوں یا ہاتھوں سے زیارت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ تعزیوں کو ہاتھ لگا کر اپنے منھ اور سینے پر بھی پھیر لیتے تھے۔ تعزیوں کو شرک اور بدعت سمجھنے والے اس وقت بھی موجود تھے جن میں سے ایک کا احوال آنند شرما نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"ایک بار سورت، گجرات کے ایک مولوی اکبر علی صاحب محرم کے زمانہ میں خانقاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور عاشورہ کی رات کو حضور قبلہؒ کے ساتھ تمام خانقاہی بھی ان کے سنگ گئے۔ اس رات حضور قبلہ نے تخت کو ہاتھ ہی نہیں لگایا بلکہ منھ سے چوما بھی۔ اس پر مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو شرک ہے، خدا کی خدائی میں کسی کو شریک جاننا ہے۔

حضور نے ان کے دل کا حال جان لیا اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب تعزیے کو دیکھئے۔

جب مولوی صاحب نے تعزیہ دیکھا تو وہ چیخ کر بے سدھ ہو کر گر گئے۔ حضور آگے بڑھ گئے۔ دوسرے لوگوں نے پوچھا! مولوی صاحب آپ کیوں چیخے؟ مولوی صاحب نے بتایا" میں نے تعزیے میں ایک طرف حضرت امام حسنؓ اور دوسری طرف لال کپڑوں میں حضرت امام حسینؓ کو دیکھا۔[۲]

مندرجہ بالا اقتباس ایک غیر مسلم لیکن غالباً حسینی ہندو کا تحریر کردہ ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ نیاز صاحب کے ہر قوم و قبیلے کے مرید عزاداری میں اس طرح شرکت کرتے ہیں، جس طرح عام مسلمان۔ جس کی وجہ اس غم کا ہر غم پر ترجیح دینا ہے۔

مولانا اکبر علی سورتی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ انہوں نے تعزیوں کے توسل سے سبطینِ پیغمبرؐ کی بھی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مولانا توبہ کرتے اور تعزیے داری میں بہ نفس نفیس حصہ لیتے لیکن اللہ ایمان کی دولت سے ہر کسی کو نہیں نوازتا، یہ تو نواسے تھے۔ خود نبی کریمؐ کے ساتھ زندگی گزارنے کے بعد بھی منافق، منافق ہی رہے، مسلمان نہ ہو سکے۔ لہٰذا مولانا نے شاہ نیاز صاحب کی خدمت میں تین سوال باقاعدہ جڑ دیئے جن میں سے پہلا سوال قوالی کے بارے میں تھا۔ جس کا جواب تھا:

۱- سید محمد فائق واسطی نیازی، کرامتِ نظامیہ، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۳۳۲ھ ص ۱۰

۲- آنند شرما سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی بریلی، جولائی ۲۰۰۰ ص ۳۵

''مولوی صاحب ڈھولک کی آواز کانوں میں اس قدر بھری ہے کہ کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی۔
دوسرا سوال تعزیہ کے بارے میں تھا۔ جس کا جواب صاحب سلسلہ نیازیہ نے اس طرح درج کیا ہے:
''آپ نے فرمایا: اگر تعزیہ بنا ہی نہیں ہوتا تو میں کسی کو اسے بنانے کی اجازت نہ دیتا۔ کیونکہ پوری طرح اس کی تعظیم نہیں ہو پاتی۔ اب جہاں تک ہوگی وہاں تک تعزیے کی تعظیم وتکریم کروں گا''۔[1]

مندرجہ بالاقول کے بارے میں راقم نے اسی خانوادے کے ایک فرد ڈاکٹر مصطفیٰ حسن نیازی سے رجوع کیا تو ڈاکٹر صاحب نے بھی اس واقعے کی تصدیق فرمائی، جوکئی عدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں تاریخ روہیلکھنڈ، اور تاریخ اودھ قابل ذکر ہیں۔

لہٰذا اس جواب کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ شاہ نیاز صاحب تعزیے کو شعائر اللہ میں سے مانتے ہیں جیسا کہ محمد قاسم نیازی نے تحریر کیا ہے۔

''اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے

"ومن یعظم شعآئرا للہ فانھا من تقوی القلوب" سورہ حج آیت ۳۱ یعنی جو لوگ اللہ کی نشانیوں اور یادگاروں کا اہتمام کرتے ہیں پس یہ فعل ان کے دلوں کا تقویٰ کہلاتا ہے۔ تفاسیر اوراحادیث میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز (شعائر اللہ) یعنی اللہ کی نشانی اور اس کی یادگار میں داخل ہے، جس کو دیکھ کر اللہ اور رسولؐ اور اللہ والے یاد آئیں۔

میں تعزیہ داری کی مخالفت کرنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ ایمان داری سے بتائیں کہ کیا محرم میں تعزیہ دیکھ کر انھیں حضرت امام حسینؑ کی اور ان کی قربانی کی یاد نہیں آتی''۔[2]

شاہ نیاز صاحب بھی اسی لئے تعزیے کی انتہائی تعظیم وتکریم کے قائل ہیں۔ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس خانقاہ میں کسی کی برائی نہیں کی جاتی ہے۔ اسی نظریے کا فائدہ اٹھا کر مولانا اکبر علی نے دشمنِ اہلِ بیت اور واقعہ کربلا کو انجام دینے والے ظالم و جابر کے بارے میں بھی سوال کیا، جس کا تذکرہ منوج شرما نے بھی کیا ہے۔

تیسرا سوال: آپ یزید پلید ابنِ معاویہ کے اوپر لعنت بھیجنا جائز سمجھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ''آج تک اللہ نے میری زبان کو اس ناپاک نام لینے کا اتفاق نہیں دیا۔ ایک بار

۱- آنند شرما سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی بریلی، جولائی ۲۰۰۰ء ص ۳۵

۲- محمد قاسم نیازی، فضائل اہل بیت: سوال وجواب، خانقاہ نیازیہ بریلی، ص ۳۷

یہ نام زبان سے نکل جائے تو پھر اسکی ناپاکی نہیں جائے گی''۔

لعنت کا ایسے میں سوال کہاں ہے؟ میں اتنی دیر میں حضرت امام حسینؓ کا نام لینا پسند کروں گا جس سے زبان وقلب روشن ہوں''۔[۱]

مندرجہ بالا عبارت میں شاہ صاحب نے اپنا جواب اتنی احتیاط سے دیا ہے کہ ان کا کسی کو برا نہ کہنا بھی ثابت رہے اور صحیح مقصد بھی بیان ہوجائے۔ یوں تو دشمن خدا شیطان پر لعنت کہے بنا چارہ نہیں ہے۔ اسی طرح دشمن اہل بیت پر بھی لعنت کا جواز ثابت ہے۔ لیکن شاہ صاحب تو لعنت کے لئے ہی صحیح شیطان کا نام تو لے سکتے ہیں لیکن یزید کا نام اس مقصد کے لئے لینا بھی نہیں چاہتے گویا یہ نام منحوسیت کی آخری حد سے بھی آگے کی منزل ہے۔ شاہ نیاز صاحب نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام بھی امام حسینؓ کے نام پر تجویز فرمائے، اللہ نے ۳۰ نومبر ۱۸۱۸ء / ۱۲۳۴ھ میں جب آپ کو پہلا بیٹا عنایت کیا تو آپ نے اس کا نام شاہ نظام الدین حسین رکھا، اس طرح یکم دسمبر ۱۸۲۷ء میں دوسرے بیٹے کی ولادت ہوئی تو اس کا نام شاہ نصیر الدین حسین رکھا۔ اس طرح اپنے مریدوں، خلفاء اور خاندان والوں کو محبت اہل بیت ودیعت کرتے ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ کرامات نظامیہ میں آپ کی تاریخ وفات کلام پاک کی مشہور آیت **ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا یحزنون** سے برآمد کی گئی۔ اس مکمل آیت کے حروف سے ۱۲۵۰ھ برآمد ہوتی ہے۔ اس صنعت فالی میں مسلم معنوی تاریخ کا برآمد ہونا بھی حیرت واستعجاب سے کم نہیں ہے۔

شاہ صاحب فارسی کے آخری صوفی شاعر تھے۔ گویا سنائی، عطار، رومی اور جامی سے۔ شروع اور پروان چڑھنے والی روایت، جسے ہندوستان میں سید علی ہجویری، معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء، خسرو، گیسودراز وغیرہ نے سرسبز وشاداب رکھا وہ انگریزوں کی آمد پر خزاں رسیدہ ہوکر دم توڑنے لگی۔ اس کی آبیاری میں شاہ نیاز صاحب نے آخری دم تک جدوجہد کی۔ آپ کے کلام میں بھی اہل بیت اطہار خصوصاً مولا علیؓ اور امام حسینؓ سے محبت اور عقیدہ کا اظہار بدرجہ اتم موجود ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی مدح میں فرماتے ہیں؟

زہی عزو جلالی بوتراب فخر انسانی — علی مرتضیٰ مشکل گشای شیر یزدانی
ولی حق وصی مصطفیٰ دریای فیضانی — امام دوجہان و قبلۂ دین شمع ایمانی

۱- آنند شرما سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی بریلی جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۳۶

پیمبر بر سر منبر نشست و خواند مولائیش	کہ تا مولاش را باشند اندر خلق برہانی

شاہ صاحب قیامت میں بھی حضرت علیؑ سے مدد کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا مقطع میں فرماتے ہیں:

نیاز اندر قیامت بی سر و سامان نخواہی شد
کہ از حبّ و تولّای علیؑ داری تو سامانی[۱]

شاہ نیاز صاحب قادریہ اور چشتیہ سلسلہ کی ایک ایسی مضبوط کڑی ہیں جسے حضرت نظام الدین اولیاء کے بعد افضلیت و اہمیت و بزرگی حاصل ہے۔ اسی لئے ان کے مرید چشتی یا نظامی نہ لکھ کر ''نیازی'' کہلاتے ہیں۔ اور شاہ صاحب قطب عالم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔لیکن جب امام حسینؑ کی مدح سرائی کرتے ہیں تو اپنے اسی مقام کو دھیان میں رکھتے ہوئے انؑ کو سلطان اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار مجالس میں مرثیہ سے قبل سوز کی شکل میں بھی پڑھے جاتے ہیں۔

ای دل بگیر دامن سلطان اولیاء	یعنی حسینؑ ابن علیؑ جان اولیاء
چون صاحب مقام نبیؐ و علی ستٔ او	ہم فخر انبیاء شدہ ہم شان اولیاء
آئینہ جمال الٰہی ست صورتش	زان رو شدست قبلہ ایمان اولیاء
ذوق دگر بجام شہادت ازو رسید	شوق دگر بہ مستی عرفان اولیاء
دارد نیاز حشر خود امید باحسینؑ	با اولیا ست حشر محبان اولیاء [۲]

شاہ صاحب امام حسینؑ کو دنیا کے تمام ولیوں کا سردار تسلیم کرتے ہوئے ان کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظر میں جب امام حسینؑ دوش پیمبرؐ کی زینت بنتے ہیں تو ان کا مقام اتنا بلند ہوجاتا ہے کہ وہ نبیوں سے بھی زیادہ اعلیٰ مقام کے حامل ہوجاتے ہیں۔ کیوں کہ ہمارے نبیؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں انہیں امام حسینؑ کی صورت میں جمال الٰہی نظر آتا ہے اس لئے یہ چہرہ قبلۂ ایمان ہے۔ لوگوں کے دلوں میں انہیں کی بدولت شہادت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور ولیوں کے قلوب کی مستی بھی انہیں کے دم سے ہے۔ گویا ان کی ذات عشق خدا کی محرک ہے۔ اسی لئے نیاز نے اپنا حشر امام حسینؑ کے ساتھ چاہا ہے۔

شاہ صاحب کے کلام میں اس طرح کے کافی نمونے موجود ہیں۔ جن کا اس مختصر مقالے میں تحریر کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ان ہی چند اشعار سے ان کے جذبۂ عشق حسینؑ کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

۱- شاہ نیاز احمد، دیوان نیاز، ص ۴۱ ۲- ایضاً

شاہ صاحب کی وفات کے بعد خانقاہ نیازیہ کی خلافت ان کے بڑے بیٹے اور خلیفہ نظام الدین حسین کے سپرد ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۱۶ سال تھی۔ لیکن عرفانی کیفیت کے لئے عمر نہیں لو، لگن، کشف اور عشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کم عمری میں بھی نظام الدین حسین نے اپنے والد کی طرح تمام علوم شرعیہ قرآن، تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو کی قواعد، فلسفہ، منطق، فلکیات، نجوم اور عقائد و کلام جیسے علوم پر دسترس حاصل کر کے عوام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ اور مخلوق خدا کی حاجت روائی میں کوشش کرنے لگے۔ اپنے والد کی طرح عزاداری امام حسینؑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اسے فروغ دینے کے لئے امام باڑے تعمیر کروائے اور تعزیوں کے ساتھ گشت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا وصال یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں ہوا اور اسی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد اس سلسلہ کو حضرت محی الدین احمد عرف ننھے میاں خلف و خلیفہ شاہ نظام الدین نے آگے بڑھایا۔

ننھے میاں کی ولادت ۱۹ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ / ۱۸۵۸ء میں خانقاہ نیازیہ بریلی میں ہوئی۔ ننھے میاں نے شریعت اور طریقت دونوں علوم پر دسترس حاصل کر کے عربی، فارسی اور اردو زبان کے علاوہ ترکی اور پشتو زبان کی صلاحیت بھی پیدا کی۔ عشق علیؑ و آل نبیؐ میں ہمیشہ سرشار رہتے تھے۔ محرم کے مہینہ میں ننگے سر اور ننگے پاؤں ہمیشہ آنسوؤں میں تربتر دکھائی دیتے تھے۔ سچے عاشق حسینؑ تھے۔ وہ عزاداری کے لئے خانقاہ سے باہر بھی جہاں مجالس برپا ہوتیں، جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ضلع بریلی میں قصبہ سیتھل کی عزاداری کمشنری بریلی کے اضلاع میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ جہاں دو مہینے آٹھ دن یعنی عشرہ محرم سے ۸ ربیع الاول تک لگاتار مجلس و ماتم جلوسِ علم و مہندی اور تعزیہ داری کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس قصبہ میں ۳۶ گاؤں کے تعزیئے کربلا میں دفن ہونے کے لئے آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر انجمن کی شکل میں نوحہ خوانی کرتے ہوئے بی بی فاطمہ (س) کو پُرسا دینے کے لئے ننگے پیر آہ و زاری کرتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ سبھی گاؤں اہلِ سنت و الجماعت خاص کر بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے ہیں۔ ننھے میاں نے سیتھل کے محرم میں شرکت کی ہے۔ وہ ایسے عاشق اہلِ بیت تھے کہ مولا علیؑ کا تذکرہ سنتے سنتے ایسے سرشار ہوئے کہ اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ یہ عشق کی معراج ہے۔ جیسا کہ Silsila-e-Niazia:An Introduction میں تحریر کیا گیا ہے۔

"Hazrat Shah Moeenuddin Ahmad Sahib (R.A.) was so imbued with the devotion and love of the "Ahlebait" that during Moharram his eyes always remained wet with tears. On one such occasion when he was at sainthal, a village near bareilly, and a qawwal party sang the couplet.

باشد ایمان مسلمان مصحف روی علیؑ
سجدہ گاہ ماست محراب دو ابروی علیؑ

(In Ali's visage and Mien rest the genesis and cause of a Muslims faith"- "My head prostrates at the two splendidly arched eyebrows of Ali(A.S.)

Hazrat Shah Mohiuddin Ahmad Sahab (R.A.) was so flooded with love of Hazrat Maula Ali (A.S.) that he put his head on the floor in devotion even as the qawwal kept repeating the couplet. He did not raise his head thereafter and breathed his last in the same condition. It was 26th Rabi-ul-Awwal, 1343 A.H./1924 A.D.[۱]

غرض کہ ننھے میاں کا وصال قصبہ سینتھل، ضلع بریلی میں چراغ علی شاہ کے عرس کے موقع پر راقم الحروف کے جد میر سید علی افضل کی ملکیت میں حضرت علیؑ کے عشق میں ہوا۔ اور حضور کی حدیث کے مصداق "من مات علیٰ حب آل محمدؐ مات شہیداً" و من مات علی حب آل محمدؐ مات مغفوراً۔ وہ شہید ہوئے اور مغفرت کئے ہوئے اٹھے۔ محی الدین ننھے میاں کے زمانہ میں خانقاہ نیازیہ میں اودھ کی طرز پر محرم داری کا سلسلہ جاری تھا۔ جو تاہنوز برقرار ہے۔ ننھے میاں کے کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی، جس کی وجہ آپ کی اہلیہ کا جلد انتقال ہوجانا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۱ برس کی تھی اور صرف ایک صاجبزادی سے گھر منور ہو چکا تھا۔ آپ سے دوسری شادی کے لئے بہت کہا گیا مگر یہ کہہ کر شادی کرنے سے انکار کرتے رہے کہ ''حضور پاکؐ کی طرح میری نسل بھی نواسے سے چلے گی''۔ یہ جملہ جہاں عشق محمدؐ و آل محمدؐ کی معراج ہے وہیں ان تمام سوالوں کا عملی جواب بھی ہے جو تاریخ کے دامن میں اکثر ابھرتا رہاہے۔ ہر بار اس سوال کا جواب نئے طریقہ سے دیا گیا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ جواب دہرایا نہیں گیا۔ یہ سارے جوابات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ یہاں اس سے صرف نظر کرتے ہوئے، ننھے میاں کا ایک قطعہ تحریر کیا جاتا ہے۔

نونہال چمن فاطمہ(س) زہرہ حسنینؑ　　گل گلزار علیؑ قامت رعنا حسنینؑ
ماہی قلزم و دریای خداوند قدیر　　حلیۂ پاک نبیؐ بود سراپا حسنینؑ

۱۔ ڈاکٹر محمد عباس نیازی، سلسلہ نیازیہ اکیڈمی ۲۰۰۶، اپریل ص ۳۱

تقریباً یہی مضمون فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں نے بھی بزبان اردو موزوں کیا ہے

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسینؑ
تمثیل نے اس نور کے دو ٹکڑے کئے آدھے سے حسنؑ بنے ہیں آدھے سے حسینؑ

ننھے میاں کی اکلوتی بیٹی کی شادی بچھڑایوں کے شاہ محمد مہدی میاں فریدی سے ہوئی، جن کے بطن سے شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں کی ولادت ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۶ / ۱۸۹۹ء میں ہوئی اور یہی عزیز میاں ننھے میاں کے خلیفہ و جانشین بغیر کسی اختلاف کے بنائے گئے۔ عزیز میاں کو ''محبوب حق'' کا خطاب عطا ہوا، جو اپنے نانا ننھے میاں کی ہو بہو تصویر تھے۔ عزیز میاں کا نام نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام کے نام نامی سے ماخوذ ہے، جو اہل بیت کی محبت آشکارا کرنے کا پہلے قدم ہے۔ عزیز میاں عالم و فاضل ہونے کے علاوہ ایک اچھے طبیب بھی تھے اور بڑے سے بڑے مرض کا علاج چٹکیوں میں کر دیتے تھے۔ عزیز میاں کی جانشینی سے واقع غدیر جیسے کئی واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ سلسلۂ نیازیہ میں درج ہے۔

حضرت کے نانا نے جب آپ کو جانشینی بخشی تو ایک بڑے جلسہ کا اہتمام کیا اور آپ کی تعریف میں فرمایا'' یہ میرے بیٹے اور جگر کے ٹکڑے ہیں ان کے حکم کو ماننا، میرے حکم کو ماننا ہے۔ ان کی دشمنی میری دشمنی ہے۔ یہ بالکل میری طرح ہیں۔ انہیں وہی سمجھے جو میں ہوں۔ میرے مرید اور خلیفہ انہیں کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ ان کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت امام حسینؑ کو حضور رسول اکرمؐ سے تھی''۔[۱]

شاہ عزیز میاں صاحب کا زمانہ راقم کے والد ماجد مرحوم حکیم سید احمد اصغر قلم سنبھلی کا زمانہ ہے۔ جن سے شاہ صاحب کے اچھے مراسم تھے۔ اس زمانے میں ۱۱ محرم کو ایک بڑی مجلس برپا ہوتی تھی جس میں تقریر کرنے کے لئے لکھنؤ سے کوئی شیعہ ذاکر بلایا جاتا تھا۔ مجلس کے بعد نوحہ خوانی کے لئے بریلی و نواح بریلی کی کئی انجمنیں ماتم برپا کرتی تھیں۔ یہ دستور ابھی بھی باقی ہے۔ عزیز میاں اپنے اسلاف کی مانند شاعر اہل بیت بھی تھے اور رازؔ تخلص فرماتے تھے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

بات ہے بھی تو اس قدر ہے بات میرے لب پر ہے یا علیؑ دن رات
رہبر اعظم طریقت ہیں ہے شریعت پناہ بھی یہ ذات

۱- آنند شرما، سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی بریلی جولائی ۲۰۰۰ء ص ۵۵

رازِ دنیا سے راز کیوں میں کہوں   دل میں رکھ لی ہے میں نے راز کی بات

امام حسینؑ کی سرکار میں یوں ملتجی ہیں۔

محمد کے ولی میری خبر لو   سخی ابن سخی میری خبر لو

بحق حضرت خاتون جنت (س)   حسینؑ ابنِ علیؑ میری خبر لو

عزیز میاں صاحب امام حسینؑ کی شہادت کو خود پیغمبر آعظمؐ کی شہادت مانتے ہیں۔ اسی لئے وہ ایک سلام میں فرماتے ہیں۔

یقین تھے وہ محمدؐ بزیرِ خنجرِ غم   کسی کا وقت شہادت جمال کیا کہیے

اس شعر کو سمجھنے کے لئے احادیث رسولؐ اور قرآنی تفسیر کے ساتھ ساتھ قول علماء کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ یہاں اس شعر کی تشریح سے قطع نظر اتنا کہنا کافی ہے کہ ایسے شعر بہت کم تخلیق ہوتے ہیں۔عزیز میاں کا انتقال ۱۶ رشوال ۱۳۸۷ھ میں ہوا تو آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ محمد حسن سجاد عرف حسن میاں سجادہ نشین و خلیفہ بنائے گئے۔حسن میاں کو خود راقم الحروف کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ وہ شب عاشور محرم، چہلم اور ۲۵ صفر کو بریلی کے مشہور آصفی امام باڑے میں جلوس علم وتعزیہ کی زیارت کرنے حاضر ہوتے تھے۔ایک بار ۲۵ صفر میں انہیں اس طرح آتے دیکھا کہ ان کے ساتھ اہلِ خاندان و خانقاہ کے مریدوں کے علاوہ چند سکھ حضرات بھی پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب وہ شہ نشین (وہ جگہ جہاں علم وتعزیے سجائے جاتے ہیں) میں داخل ہوئے تو تنہا آگے بڑھے اور جب واپس آئے تو ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔حسن میاں صاحب خود تحت خوانی فرماتے تھے۔ان کی مجلس میں ہر مسلک اور مذہب کے لوگ شامل ہوتے تھے جو حسن میاں کے مرثیہ پڑھنے کے انداز اور طرز ادا کا بھرپور لطف اٹھاتے تھے۔آپ کو مرثیہ کے سیکڑوں بند زبانی یاد تھے، جیسا کہ آنند شرما نے بیان کیا ہے:

''درگاہ شریف میں گیارہ محرم کو مجلس ہوتی تھی۔ دونوں فرقوں کے مقررین پڑھتے تھے۔مرحوم جناب صغیر لکھنوی ہر سال مرثیہ سناتے تھے۔مگر میاں صاحبؒ کا مرثیہ پڑھنے کا انداز جو آج بھی لوگوں کو نہیں بھولتا۔سوسو بند آپ کو منہ زبانی یاد تھے''۔

ان کے خلیفہ جے پور کے سید محبوب الرحمٰن نیازی کہتے ہیں۔''اس دور میں ایسا کوئی ماہرفن نہیں۔ میں نے بہت سی مجلسوں میں شرکت کی، لیکن آج تک وہ رونگٹے کھڑے کردینے والی آواز

سنائی نہیں دیتی ہے''۔[۱]

شاہ حسن میاں کے دل میں اپنے اجداد خصوصاً ننھے میاں صاحب کی طرح اہل بیت کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خود آپ کا نام محمد حسن سجاد بھی اپنا اثر رکھتا ہے۔ اسیرانِ کربلا کے قافلہ سالار بیمار کربلا، سید سجاد، کا نام بھی آپ کے نام میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مرتے وقت بھی صرف امام حسین کو یاد کرتے رہے۔ آنند شرما کے مطابق:

''تھوڑی دیر بعد فرمایا: حضرت حسین، سید الشہداء علیہ السلام کی عمر ساڑھے چھپن سال ہوئی تھی۔ میری بھی عمر ساڑھے چھپن کی ہے۔ اس رات آپ نے فرمایا'' ہمارا پلنگ وہاں ڈالو جہاں امام باڑہ سجا ہے''۔[۲]

رات میں آپ کے چھوٹے بھائی عابد میاں صاحب اٹھے تو انہوں نے امام باڑے کے پاس دیکھا کہ آسمان سے روشنی آ رہی ہے۔ صبح پتہ چلا کہ ان کا دیہانت ہوگیا۔[۳]

شاہ محمد حسن سجاد صاحب کا امام حسین سے عشق و مودّت کا یہ جذبہ دیکھنے میں کہیں اور بہت کم نظر آتا ہے کہ اپنی عمر کو اپنے آقا حسین کی عمر سے زیادہ نہ ہونے دینے کی خواہش، دم واپسیں، امام باڑے سے لو لگائے رکھنا وہ بھی اس یقین کے ساتھ کہ بالیں پر امامؑ ضرور تشریف لائیں گے۔ جیسا کہ آسمان سے آنے والی روشنی سے واضح ہے۔ موت کی تمنا کرنا مومن کی پہچان ہے۔ جیسا کہ کلام پاک میں فرمان ایزدی ہے۔ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین (اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو)

خانقاہ نیازیہ کے موجودہ سجادہ نشین شاہ محمد حسنین عرف حسینی میاں، شاہ محمد حسن صاحب کے فرزند ارجمند ہی ہیں۔ جن کی ولادت ۱۱ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ کو بریلی میں ہوئی۔ یہی وہ تاریخ ہے جس میں خانقاہ کی وہ مشہور و معروف مجلس برپا ہوتی ہے جس میں ہر مذہب اور مسلک کے افراد شریک ہوتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کے طرز پر عربی، اردو اور فارسی زبان پر دسترس حاصل کرکے دینی تعلم میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ جیسا کہ آپ کے نام سے واضح ہے محبتِ اہل بیت میں سرشار و سرمست ہیں۔ جب ایک خانقاہی نے آپ کے ماتم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا ماتم کرنا ضروری نہیں سمجھتے لیکن اکثر اویس قرانی کی تاسی میں فرش عزاء پر خوب ماتم کرتے ہیں۔ بقولے یہ کیفیت جان بوجھ کر

۱- آنند شرما، سلسلۂ نیازیہ (ہندی) نیازیہ اکیڈمی بریلی جولائی ۲۰۰۰ء ص ۵۵ ۲- ایضاً ص ۵۹
۳- محمد قاسم نیازی، فضائل اہل بیت : سوال و جواب، خانقاہ نیازیہ بریلی ص ۳۵

نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ آپ کے دونوں بیٹے، شاہ عسکری میاں اور حسان میاں، نے اسی سال محرم میں اس زور کا ماتم کیا کہ اپنے ہوش کھو بیٹھے۔خصوصاً محرم کی سات تاریخ کو ماتم کرتے ہوئے بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے تو E.C.G. تک کی ضرورت محسوس ہوئی۔

دور حاضر میں خانقاہ نیازیہ میں عزاداری امام مظلوم،محرم کا چاند دیکھتے ہی شروع ہوجاتی ہے اور پہلا تعزیہ محلہ پھول والان، چھوٹا دروازہ، میں جناب شکیل نیازی کے دولت کدہ سے برآمد ہوکر بریلی کی چند گلیوں اور بڑے بازار سے گشت کرتا ہوا خانقاہ پہنچتا ہے۔ جس میں خود خانقاہی شامل ہوتے ہیں۔ خانقاہ میں چاند دیکھنے کے فوراً بعد تمام مستورات اپنی چوڑیاں اور زیورات اتار دیتی ہیں۔ یاد رہے کہ نواح بریلی کی شیعہ عورتیں چاند دیکھنے کے بعد امام باڑہ میں جاکر اپنی چوڑیاں توڑ دیتی ہیں۔ خانقاہ نیازیہ میں اس دوران سب کا لباس سبز ہوتا ہے۔ سبھی خانقاہی صرف سبز کپڑے پہنتے ہیں۔ بقول مصطفی حسن نیازی ان دنوں میں جنسی تعلقات بالکل منقطع رہتے ہیں اور سوز وغم کے سایہ میں ایک مکمل پاکیزہ زندگی گزاری جاتی ہے۔ یکم محرم سے بارہ محرم یعنی سوئم شہداء کربلا تک دن رات لنگر جاری رہتا ہے۔ جس سے بلا تفریق مذہب وملت مخلوق خدا کے لئے عام دعوت کا اہتمام خود بخود ہوجاتا ہے۔ گویا امام حسینؑ کے صدقہ میں ان بارہ دنوں تک کوئی بھوکا نہیں سوسکتا ہے۔ خانقاہ کے بڑے امام باڑے میں ہر وقت ذکر امام مظلوم جاری رہتا ہے۔ ۴ محرم کو امام باڑہ سے ضریح مبارک اور جلوس علم برآمد ہوتا ہے۔ اس خاص جلوس کے علاوہ خانقاہ سے برابر چار، چار، پانچ، پانچ مرید اپنے ہاتھوں میں علم لئے ہوئے ننگے پاؤں یاحسینؑ ! یاحسینؑ کی صدا لگاتے ہوئے تیزی سے آس پاس کی گلیوں میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ چار محرم کو خانقاہی، سجادہ نشین اور ان کے مرید فقیر بنتے ہیں۔ یہ طریقہ اہل تشیع میں بھی رائج ہے۔لیکن مراد برآنے پر ایسا ہوتا ہے اور وہ محرم کی کسی بھی طے شدہ تاریخ میں ہی فقیر یا بہشتی بنتے ہیں۔ خانقاہ میں فقیر بننے کے لئے ایک ڈنڈا ہاتھ میں لے کر سر پر کلاوہ باندھ کر باقاعدہ جھولی پھیلا کر امام حسینؑ کے نام پر بھیک مانگی جاتی ہے۔ ۵ رمحرم کو خانقاہ کے بچے بہشتی بنتے ہیں۔جس کے لئے ہرا لباس زیب تن کرکے کمر میں پٹکا باندھ کر حضرت عباسؑ علمدار حسینی کی تاسی میں ہاتھ میں علم لے کر پانی، شربت یا دودھ پر نذر دے کر موجود سوگواران امام مظلوم میں اپنے ہاتھ سے منقسم کرتے ہیں۔ اس خانقاہ کا سب سے بڑا جلوس علم وتعزیہ چھ محرم کو برآمد ہوتا ہے۔ جو چوبیس گھنٹے تک بریلی میں گشت کرتا ہوا خانقاہ کے امام باڑے میں واپس آتا ہے۔ اس جلوس

میں تمام خانقاہی ننگے پاؤں ہر وقت تعزیہ کے ساتھ گشت کرتے ہوئے جگہ جگہ نذر دیتے ہیں۔خصوصاً موجودہ سجادہ نشین، شاہ محمد حسنین کے بھائی، جن کے پاس خانقاہ کا خاص انتظام ہے۔شبو میاں اس ۲۴ گھنٹے کے جلوس میں ننگے پاؤں رہ کر اکثر گھروں میں ان گھر والوں کی خواہش پر خود نیاز دیتے ہیں۔محرم کی ساتویں تاریخ جو کہ جناب قاسمؑ اور فاطمہ کبراؑ (س) سے منسوب ہے اس تاریخ میں خانقاہ کی سبھی بہوئیں فقیر بنتی ہیں۔ ۸ محرم کو حضرت عباسؑ کی نذر اور حاضری ہوتی ہے جس میں خاص طور سے ادب ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔نویں محرم سے خانقاہ میں کوئی بھی پلنگ یا تخت پر نہیں بیٹھتا بلکہ سبھی لوگ چٹائی پر بیٹھ کر نوحے یا مرثیے پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شب عاشور بارہ بجے کے بعد سبھی سجادے موجودہ سجادہ نشین کے ساتھ تعزیوں کی زیارت کو نکلتے ہیں۔کم از کم پانچ امام باڑوں کے تعزیوں کی زیارت لازمی ہے۔خانقاہ کے آس پاس کے مندرجہ ذیل امام باڑے زیادہ معروف ہیں۔

۱- خانقاہ کا امام باڑہ

۲- نذو خاں کا امام باڑہ

۳- بنے کا امام باڑہ

۴- امام باڑہ گلی وزیر علی میں بدل کا امام باڑہ

۵- عقیل کا امام باڑہ

۶- فتح نشان کا امام باڑہ

ان امام باڑوں کے علاوہ بریلی کی ہر اس مسلم آبادی میں جہاں خانقاہ کا اثر ہے (جو تقریباً پوری بریلی کے مسلمانوں پر ہے)، امام باڑوں کی کثرت ہے۔ اس طرح بریلی میں تقریباً ایک سو سے زیادہ امام باڑوں کا وجود ہے۔محرم کی دس تاریخ قیامت کی تاریخ ہے۔ اس دن خانقاہ کے سبھی افراد دن بھر باوضو رہ کر عبادت اور عزاداری میں مشغول رہتے ہیں۔ ساتھ ہی اس وقت تک فاقہ سے رہتے ہیں جب تک کربلا میں تعزیے دفن نہ ہوجائیں۔ واپسی میں سبھی حضرات فاقہ شکنی کرتے ہیں، جسے ''توشے'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ نو محرم کی بنی ہوئی روٹی ہوتی ہے۔جس پر بھنا ہوا گوشت رکھا جاتا ہے۔ خانقاہ میں روزِ عاشورہ روزہ رکھنے کا رواج بالکل نہیں ہے۔سبھی خانقاہی فاقہ سے رہتے ہیں۔جس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے خاندان والے تین دن تک بھوکے پیاسے رہے ایسے میں انہیں صرف نیت کرنا تھی لیکن دین کے اس وقت کے سب سے بڑے معلم، مبلغ

اور محسن نے فاقے سے رہنا گوارہ کیا، روزہ کی نیت نہ خود کی اور نہ اپنے بچوں، صحابیوں اور گھر والوں کو اس کا مشورہ دیا کیونکہ دین کی بقاء کے لئے یہی ضروری تھا۔ لہٰذا امام حسین کی تاسی میں روزہ نہ رکھ کر صرف فاقہ کیا جاتا ہے۔ گیارہ محرم کا تذکرہ ہو چکا ہے جس میں ایک خاص مجلس برپا ہوتی ہے جس میں کوئی شیعہ ذاکر خطاب کرتا ہے اور انجمن ہائے ماتمی نوحہ خوانی کرتی ہیں۔ اس مجلس میں بطور تبرک حلوہ پراٹھا تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس مجلس میں مجمع مخلوط ہوتا ہے اور تبرک کے لئے تقریباً پورا شہر امنڈ آتا ہے۔ بارہ محرم کو شہدائے کربلا کے سوئم کی تاریخ ہے، اس تاریخ کو بارہ ہی دیگیں کھچڑے کی تیار کر کے امام حسینؑ کے نام پر نذر کے بعد مخلوق خدا میں تقسیم کردی جاتی ہیں۔ اس روز سوئم کی فاتحہ کے بعد سوگ بڑھادیا جاتا ہے۔ لیکن چہلم تک سرخ کپڑے نہیں پہنے جاتے۔ نہ کوئی خوشی کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کڑھیا بھی نہیں چڑھتی۔ سوئم سے اربعین تک برابر سبیل جاری رہتی ہے۔ لیکن روز عاشورہ کی طرح چہلم کے دن بھی کربلا میں لنگر جاری رہتا ہے۔ یہ لنگر کبھی کبھی چھوٹی کربلا (منسوب بہ شیعان) میں بھی جاری کیا جاتا ہے۔

ان تمام جلوسوں اور دیگر اہتمام کے علاوہ محرم کی خاص اہمیت جو اسی خانقاہ کو حاصل ہے، وہ کسی دوسری جگہ کو حاصل نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو شاذونادر ہی کہیں ہوگی۔ یہاں عاشور کو ایک ایسی تسبیح دکھائی جاتی ہے جو ٹھیک بارہ بجے کے بعد خود بخود خون آلود ہوجاتی ہے۔ اس کے لئے اہتمام یہ کیا جاتا ہے کہ خانقاہ کے کھچا کھچ بھرے ہوئے امام باڑے کے ہال میں گیارہ بج کر پینتالیس منٹ پر اس تسبیح کو بلند کیا جاتا ہے تاکہ سبھی حضرات دیکھ لیں کہ تسبیح پر کسی طرح کا کوئی سرخ نشان نہیں ہے۔ ۱۱ بج کر ۴۵ منٹ سے بارہ بجے تک یہ تسبیح اسی طرح بلند رکھی جاتی ہے اور جیسے ہی بارہ بجتے ہیں، اس تسبیح پر خون کے نشان ابھرنے لگتے ہیں۔ جسے دیکھ کر مجمع چیخیں مار کر، دہاڑ، دہاڑ کر روتا ہے اور سینہ کوبی کرتا ہے، اس طرح یہ منظر خاص طور پر قابل دید اور عبرتناک ہوتا ہے۔

ممکن ہے اس تسبیح میں اُس خاک کا کوئی جز پایا جاتا ہو جسے خود حضور اکرمؐ نے اپنی زوجہ ام المومنین جناب ام سلمہ کو یہ کہہ کر سونپ دیا تھا کہ جب یہ خاک خون اگلنے لگے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ شہید کردیا گیا۔ دسویں محرم ۶۱ھ کو ایسا ہی ہوا اور جب یہ خاک خون آلود ہوگئی تو بی بی ام سلمہ نے سمجھ لیا جگر پارہ رسول شہادت سے ہمکنار ہو چکا ہے۔

بریلی میں جہاں حسینؑ کا غم گلی گلی کوچہ کوچہ میں برپا ہوتا ہے، وہیں اس عزاداری کو روکنے کے

لئے ہر سال محرم سے قبل کچھ خود ساختہ علما کے فتوے جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ فتوے بٹتے بھی ہیں اور دیواروں پر چسپاں بھی کئے جاتے ہیں۔ اور عزاداری امام حسینؑ کو بدعت بتا کر ختم کرنے کی پوری کوشش اور سازش کی جاتی ہے۔ بقول قلم سیتھلی:

کل تھا بیعت کا تقاضہ آج بدعت کا سوال

رُخ بدل کر آرہے ہیں شامیان کربلا

جب کہ بریلوی مسلک کے بانی فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ایک تحریر ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں شائع ہوئی ہے جس میں انہوں نے شبیہ روضہ امام حسینؑ (یعنی تعزیہ) بنانے کو جائز لکھا ہے۔ مزہ کی بات تو یہ ہے کہ بریلی کے عوام پر بدعت کے ان فتووں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بریلی کی گلیوں میں پہلی محرم سے ہی تعزیوں کا گشت شروع ہوجاتا ہے۔ اور ساتویں آٹھویں محرم کو بریلی کی تقریباً ہر گلی میں ایک تعزیہ سجا ہوا ضرور دکھائی دیتا ہے۔ ہر طرف کھچڑے کی دیگیں اترتی اور بٹتی نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہر تیسرے گھر میں ذکر شہادتین، سلام، نوحوں، مرثیوں اور تقریر کی شکل میں شہداء کربلا اور اسیران کربلا کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ بریلی علم و ادب کا گہوارہ بھی ہے، جہاں شعراء حضرات کی ایک کثیر جماعت موجود ہے۔ تمام سال طرحی اور غیر طرحی مشاعرے اور نشستیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ماہ محرم میں یہ مشاعرے اور نشستیں مسالموں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ بریلی شہر میں ان دس دنوں میں تقریباً بارہ طرحی اور نہ جانے کتنے غیر طرحی مسالمے منعقد کئے جاتے ہیں۔

خانقاہ نیازیہ سے غیر فطری اور بدعتی فتووں کا مدلل جواب دیا جاتا ہے اس ذیل میں محمد قاسم نیازی صاحب کی ایک کتاب ''فضائل اہل بیت سوال و جواب'' سال گذشتہ ہی شائع ہوئی ہے جس میں ان سوالوں کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اہل بیتؑ اور عزاداری سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے ص ۳۳ پر بابا فرید کے بارے میں تحریر ہے۔

''حضرت بابا فرید شکر گنج کے واقعات میں ہے کہ جب آپ حضرت امامؑ کا ذکر سنتے تھے یا کرتے تھے تو روتے روتے بے ہوش ہوجاتے تھے''۔

اسی کتاب کے ص ۳۲ پر اکابرین دین و علماء کے افکار اس طرح پیش کئے ہیں:

''شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ، شہید ہوئے تو مچھلیاں نہر فرات سے تڑپ تڑپ کر باہر نکل آئیں اور خاک میں لوٹنے لگیں۔ ہر طرف سے رونے کی آواز آتی تھی مگر رونے والا کوئی نظر

نہیں آتا تھا۔ قبیلۂ (نبی طے) نے وہ مرثیہ سنا جو جنات حضرت امامؑ کی شہادت میں پڑھ رہے تھے"۔

امام زہری سے روایت کہ اس دن آسمان سے خون برسا اور بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا، اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

تاریخ اعثم کوفی میں لکھا ہے جس وقت حضرت امامؑ شہید ہوئے اس وقت ایک سرخ آندھی اٹھی اور پوری دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔

صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ جناب امامؑ پر سات دن تک آسمان رویا اور درودیوار سرخ ہوگئے۔ تین روز تک بار بار اندھیرا چھا جاتا تھا۔ ویلمی نے حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: آسمان یا تو حضرت یحیٰؑ پر رویا تھا یا میرے بیٹے حسینؑ کی شہادت پر روئے گا اور چالیس دن تک سورج سرخ رہے گا"۔

خانقاہ نیازیہ سے وابستہ اکثر حضرات خصوصاً شاہ نیاز صاحب کے خانوادہ کے افراد صاحب علم و دانش ہیں۔ یہاں شاعری کا بھی عام چرچا ہے۔ لہٰذا یہاں کے سبھی شاعر سلام اور نوحہ ضرور لکھتے ہیں۔ مرثیہ لکھنے کا رواج بھی اس خانقاہ میں عام ہے۔ یہاں شاہ نصیر میاں نیازی المعروف بابا صاحب جن کی سرپرستی میں تمام شہر بریلی کے شاعر ایک روز خانقاہ میں جمع ہوکر اپنا کلام سنا کر صحت کی سند حاصل کرتے ہیں، کے مرثیہ کے چند بند تحریر کئے جاتے ہیں۔

مقصد زیست ہے کیا، مدح شہنشاہ امم — تابہ کے ضبط کہ اب ضبط سے گھٹتا ہے دم
جان رحمت تجھے اس رحمت عالمؐ کی قسم — اب تو دیرینہ گنہگار پہ ہوجائے کرم
تیری رحمت سے مجھے اذن ثنا مل جائے
دامن حضرت زہرا (س) کی ہوا مل جائے

کربلا آیا ہے خود آج شہادت کے لئے — خون بہانا ہے فقط دین کی عزت کے لئے
جان دینا ہے اسے حق و صداقت کے لئے — مضطرب کب سے ہے یہ بخشش امت کے لئے
سب گوارا ہیں غم و رنج ومصائب اس کو
اپنے نانا کی خوشی چاہئے صاحب اس کو

مختصر یہ کہ خانقاہ نیازیہ میں روز اول سے آج تک عزاداری امام حسینؑ کا اہتمام بڑی عقیدت اور خلوص سے کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی تحفظ عزاداری کے لئے بھی کارگر تدبریں کی جاتی ہیں۔ جس طرح

اس خانقاہ کے مرید ہر قبیلہ، مذہب اور مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح یہ سب کے سب عزاداری امام حسینؑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ ہی نہیں لیتے بلکہ اسے آپسی بھائی چارے اور رواداری کا محور بھی مانتے ہیں۔ ساتھ ہی مخلوق خدا میں اتحاد و اخوت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے عزاداری کے دشمنوں کو منھ توڑ جواب دے کر تبلیغ دین کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اور مقصد شہادت حسینؑ عام کرکے تبلیغ دین مبیں کا کام انجام دیتے ہیں۔